ہیں حضرات نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ باطن کی راہ سے پوشیدہ قافلہ کو حرمِ ذات تک لے جاتے ہیں۔ ان کی صحبت کے جاذبہ سے سالک کے دل سے خلوت اور چلہ کشی کی فکر کے وسوسے محو ہو جاتے ہیں (یعنی وہ خلوت اور چلہ میں اپنے پیر و مرشد کے حضور کی بدولت کسی وسوسہ میں نہیں پھنستے) اگر کوئی اعتراض کرنے والا اس طائفہ پر طعن کرے تو میری زبان پر اس کا کوئی گلہ نہ آئے گا۔ سارے قلندرانِ عظام یا انسانِ کامل اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ لومڑیاں اپنے مکر سے اس سلسلے میں کیسے دخل انداز ہوں گی۔

خواجۂ بندگانِ کار آگاہ　　قبلۂ مقبلاں عبید اللہ

خواجہ می راند بارگی بشتاب　　چوں فرشتہ کہ راند ابرِ خوش آب

الحق آں شاہ مسند ارشاد　　خبر از حال خویشتن می داد

صاحب "بحر زخار" ان الفاظ میں معترف ہیں "آں قطبِ اقطابِ عالم۔ آں صحیفۂ منقش وعلمائے عالم تکن تعلم۔ آں از اکبرِ تابعان رسول الثقلین۔ آں برہانِ اولیاء واتقیاء خافقین۔ آں گنجینۂ عشق واسرار پروردگار۔ حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ۔

ناظرین کو حضرت خواجہ کی زندگی کے ان مختصر حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ بعض حضرات صوفیہ نے کس طرح اور کس قدر مالی، ملکی اور ملی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ صوفی کے متعلق یہ خیالِ خام قائم کر لینا کہ وہ اپنے قوائے عملی کو بیکار بنا کر دوسروں سے خدمت کا طالب ہوتا ہے محض تنگ نظری ہے۔ تصوف اور حق شناسی در اصل خدمتِ خلق ہے خواہ وہ کسی صورت میں ہو۔ اور یہی صوفیا و فقرائے عظام نے برابر کی ہے۔ آزادی کی حمایت صوفیاء کا بھی خاص مشغلہ رہا ہے جس کا ثبوت اس مختصر مضمون سے فراہم ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تارک الدنیا فقیر کو اس کی فرصت ہی نہیں دی جاتی کہ وہ عالم سیاسیات کی مانند اشتمالیت اور اشتراکیت کے مباحث پر کوئی جدید تصنیف

پیش کرسکے لیکن خدمت خلق کے لئے جب میدان عمل میں آنے کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ سب سے پہلے کمر ہمت چست کرنے کو تیار رہتا تھا۔

(ختم)

دعائے صحت

پچھلے مہینہ کے رسالہ برہان میں حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایڈیٹر رسالہ برہان کی علالت کی اطلاع دی گئی تھی۔ خدا کے فضل سے مولانا کی طبیعت اب پہلے سے بہتر ہے اور اسپتال سے تشریف لے آئے ہیں۔ موصوف یرقان (پیلیے کی بیماری) میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے توقع ہے کہ آپ بہت جلد صحت یاب ہوجائیں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رہے۔ (آمین)

قارئین برہان اور اس ادارہ سے تعلق رکھنے والے حضرات سے میں دعائے صحت کی درخواست کرتا ہوں۔

عمید الرحمٰن عثمانی
پرنٹر پبلشر منیجر
رسالہ برہان دہلی

دقیقی طوسی

از مسز شاہدہ رشید شیروانی ایم۔ اے

(۲)

دقیقی کے کلام کی خصوصیات

۱۔ صنائع و بدائع:

شاعری میں مناسب حد تک صنائع اور بدائع کا استعمال ضروری ہے۔ ان کے اثر سے خیال میں شدت اور اثر انگیزی پیدا ہوتی ہے۔ دقیقی نے اپنے قصیدوں میں صنائع بدائع کا بھی استعمال کیا ہے۔ بعد کے قصیدہ نگاروں کے قصیدوں پر صنائع بدائع ہم کو چھائے ہوئے ملتے ہیں۔ مثلاً ذیل کے شعر میں اس نے صنعت تضاد اور صنعت حسن تعلیل کو بہت ہی اچھے انداز میں استعمال کیا ہے:

از آں لاغر میانست ایں کہ عشقم
چنیں فربہ شد ست و صبر لاغر

مبالغہ شاعری کی جان ہے۔ دقیقی کے کلام کی نمایاں خصوصیت مبالغہ کا استعمال ہے۔

ایک خوبصورت مبالغہ ملاحظہ فرمائیے:

گر دست بدل بر نہم از سوختن دل
انگشت شود بی شک در دست من انگشت

۲۔ تشبیہات :

دقیقی کے کلام کی دوسری خصوصیت تشبیہات کا استعمال ہے۔ اس کی تشبیہات بہت ہی سادہ اور سہل ہیں۔ ان میں بے تکلفی اور آمد ہے۔ بے ساختگی ہے۔ تعقد آور تکلف نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ بغیر کسی کوشش کیے بغیر کسی غور وفکر کے برجستہ تشبیہیں آگئی ہیں۔ دقیقی یکے بعد دیگرے شعر میں تشبیہات کا سلسلہ باندھ دیتا ہے لیکن تشبیہات کی سادگی اور معصومیت برقرار رہتی ہے۔ ذیل کے اشعار میں وہ سادہ اور سہل انداز میں محبوب کے سراپا کو بیان کر رہا ہے :

بسانی سرو سیمینت قدش
ولیکن بر سرش ماہ منور

ز گل بوی گلاب آید بدان سان
کہ پنداری گل اندر گل سرشتہ

۳۔ فطرت کی مناظر کشی :

دقیقی کی شاعری صرف رزم وبزم پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ اس کے کلام میں فطرت کی مناظر کشی اعلیٰ پیمانہ پر ہے اور بقول مولانا شبلی "فارسی میں شاید اس نے سب سے پہلے اس کی بنیاد قائم کی" لیکن مجھے شبلی کے اس قول کے تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ کیونکہ رودکی کے اشعار میں بھی فطرت کی مناظر کشی کی جھلک ہے۔ دقیقی کی نظمیں فطرت کے مناظر کی عکاسی میں بے مثال ہیں۔ بعض اشعار میں ان کی منظر ہے جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے ان مناظر کو دیکھ